7

پنجابی ترجمہ کشف المحجوب پر ایک نظر

ڈاکٹر عظمیٰ عزیز خان
پرنسپل گورنمنٹ کالج (خواتین) ونڈالہ دیال شاہ، شیخوپورہ
ڈاکٹر شگفتہ فردوس
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ کالج (خواتین) یونیورسٹی، سیالکوٹ

PUNJABI TRANSLATION OF KASHFUL MAHJUB

Uzma Aziz Khan, PhD
Principal Govt. College (W)
Wandala Dyal Shah, Sheikhupura

Shagufta Firdos, PhD
Assistant Professor of Urdu
GC Women University, Sialkot

Abstract

Kashuful Mahjub is one of the most important Persian treatises in which Hazrat Ali Hujvari has elaborated many important aspects of Sufism. Given its importance, it has been translated into different languages of the world. This article is about the Punjabi translation of Kashful Mahjub done by Muhammad Sharif Sabir. He beautifully rendered this book into Punjabi. While translating he used very simple and easy words of Arabic and Persian origin instead of difficult words of Hindi, Siraiki and Pothowari. He also translated the Arabic text of the book to facilitate its readers. In short, he has been successful to convey the message of Ali Hujvari’s book to the Punjabi readers.

Keywords:

عربی، فارسی، پنجابی، کشف المحجوب، سید علی ہجویری، محمد شریف صابر، تصوف

حضرت سید علی ہجویری کی کتاب کشف المحجوب کا شمار تصوف کی اہم ترین کتب اصول وآداب میں ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں ہونے والے اس کے تراجم سے لگایا جاسکتا ہے۔ اردو میں تقریباً بیس، انگریزی میں تین، ترکی اور سندھی زبانوں میں ایک ایک ترجمہ ہوا ہے۔ پنجابی زبان میں تاحال دو ہی ترجمے معلومہ ہیں۔

حضرت ہجویری کی تعلیمات و خدمات کے شایان شان تعارف اور ان کے افکار عالیہ کو فروغ دینے اور تصوف کو عام کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اس مشہور و معروف اور اہم تصنیف کے تراجم پر توجہ دی جائے اور مختلف زبانوں میں اس کے زیادہ سے زیادہ تراجم کیے جائیں۔ اس کے علاوہ جو تراجم کیے جا چکے ہیں، ان کے معیار کی جانچ پرکھ کا کام بھی سنجیدگی سے کیا جائے۔ اس کام کو آگے بڑھانے میں کچھ عمدہ تحقیقی کاوشیں ہوئی ہیں جن میں ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کا مقالہ ’’کشف المحجوب کے عربی ترجمہ پر ایک نظر‘‘(۱) اور ڈاکٹر فخر الحق نوری کا مقالہ ’’ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی کا ترجمہ کشف المحجوب۔ ایک تاثر‘‘(۲) شامل ہیں۔

پنجابی زبان بولنے، پڑھنے اور سمجھنے والوں کی ایک بڑی تعداد متعدد مشرقی و مغربی ممالک میں پائی جاتی ہے۔ محمد شریف صابر (۱۹۲۸۔۲۰۱۵ء) نے کشف المحجوب کا پنجابی ترجمہ کر کے نہ صرف اس زبان کے علمی و عرفانی ذخیرے میں اضافہ کیا ہے بل کہ تصوف سے دل چسپی رکھنے والے پنجابی قارئین کے ذوق کی تسکین کا خاطر خواہ سامان بھی کیا ہے۔ جو لوگ پنجابی زبان سہولت سے پڑھ سکتے ہیں، انھیں اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

زیر بحث پنجابی ترجمے کے خالق محمد شریف صابر ۱۹۲۸ء کو سرائے پختہ، تحصیل فیروز والہ ضلع شیخوپورہ، پاکستان میں پیدا ہوئے۔ وہ پنجابی کے معروف شاعر، نقاد، محقق، مولف اور مترجم تھے۔ انھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد تعلیمی شعبے میں ملازمت اختیار کرلی۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنا علمی وادبی سفر بھی جاری رکھا۔ ان کی کتب میں مکمل کافیاں بلھے شاہ، مکمل ابیات باہو، ہیر وارث شاہ، سیف الملوک، قصہ پورن بھگت، خود نوشت سوانح، ہٹکورے کے نام سے پنجابی شعری مجموعہ، ایک پنجابی ڈراما اور سعدی نامہ کے نام سے گلستان اور بوستان کا پنجابی ترجمہ شامل ہیں۔ ہیر وارث شاہ کی مرتب کردہ فرہنگ کی اشاعت پر انھیں حکومت پاکستان کی طرف سے ۱۹۸۹ء میں پچاس ہزار روپے نقد انعام اور تعریفی اسناد بھی مل چکی ہیں۔ کشف المحجوب کے علاوہ گلستان اور بوستان جیسی ادبی اور کلاسیکی کتابوں کے تراجم سے پتا چلتا ہے کہ شریف صابر کو ترجمہ نگاری سے طبعی مناسبت ہے، وہ اس عمدہ صلاحیت کا بہتر اظہار بھی کرتے ہیں اور اس میدان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کا انتقال ۲۰۱۵ء میں ہوا۔

محمد شریف صابر کا کیا گیا کشف المحجوب کا زیر نظر پنجابی ترجمہ ۷۸۰ صفحات پر مشتمل ہے جسے قاضی پبلی کیشنز لاہور نے ۱۹۹۶ء میں شایع کیا۔ اس کی طباعت بہت عمدہ کاغذ پر نہیں کی گئی البتہ جلد خوب صورت ہے۔ اس ترجمے کے لیے فارسی متن کی تہرانی اشاعت مرتبہ علی قویم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کو ماخذ بنایا گیا ہے۔ یہ ترجمہ پچیس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے پانچ صفحات فہارس کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ اس میں کوئی تفصیلی مقدمہ نہیں ہے البتہ مترجم اور دو دیگر شخصیات کی تعارفی و تحسینی تحریریں موجود ہیں۔

''حاضری'' کے عنوان سے ایک تحریر پنجابی ادبی بورڈ، لاہور کے صدر سجاد حیدر کی ہے جس میں انھوں نے حضرت داتا گنج بخش اور کشف المحجوب کے بارے میں اپنے والہانہ محبت و عقیدت کے جذبات کا اظہار کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ترجمہ نگار کی کاوش کو سراہتے ہوئے اس کاوش کی اہمیت پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ دوسری تحریر '' کشف المحجوب، شریف صابر تے صابری'' کے عنوان سے مفتی ضیاء الحبیب صابری کی ہے۔ مترجم نے چوں کہ اس ترجمے کے سلسلے میں ان سے کافی رہنمائی لی تھی چناں چہ انھوں نے بڑی تفصیل سے ان تمام مراحل کا ذکر کیا ہے جن سے گزر کر ترجمہ نگار اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے ہیں۔ انھوں نے مترجم کی لگن اور محنت کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ان کاوشوں کا ذکر بھی کیا ہے جو اس کام کی انجام دہی کے سلسلے میں انھوں نے کی ہیں۔

مندرجہ بالا دونوں تحریروں کے بعد مترجم کی اپنی تین مختصر تحریریں بھی شامل کتاب ہیں جن میں ''کجھ ترجمہ کارولوں'' میں شریف صابر نے کشف المحجوب کے تعارف کے بعد اپنے کام کے بارے میں بڑی وضاحت سے ذکر کیا ہے کہ کس کی توجہ دلانے پر انھوں نے اس کام کا آغاز کیا، اس کی انجام دہی کے لیے انھوں نے کیا طریقہ کار اپنایا اور کن کتب سے استفادہ کیا وغیرہ۔

کشف المحجوب کے معیاری پنجابی ترجمے کے لیے مترجم میں جن خصوصیات کا ہونا ناگزیر تھا، اس کا احساس خود محمد شریف صابر کو بھی تھا، اسی لیے انھوں نے اس تحریر میں بہ طور خاص اس کا ذکر ضروری سمجھا۔ ان کے خیال میں اس کتاب کے مترجم میں درج ذیل خوبیوں کا ہونا ضروری ہے:

- مترجم علمی زبان سے واقف ہو۔
- وہ تصوف اور فقر کے رموز سے آگاہی رکھتا ہو۔
- پنجابی زبان کے محاوروں اور اسالیب میں بھی مہارت رکھتا ہو۔(۳)

اس کے بعد وہ اپنے اسلوب ترجمہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- انھوں نے اہم اردو تراجم کا مطالعہ کیا اور ان کے اسلوب کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا ہے۔ مختلف الفاظ و عبارات کے معانی پر غور کیا اور موزوں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

- انھوں نے خصوصی التزام کیا کہ عبارات کا باہمی ربط منقطع نہ ہو اور ان کا مفہوم مبہم نہ ہونے پائے۔
- انھوں نے ترجمے کی زبان و بیان کے حوالے سے کئی بار نظرِ ثانی کی اور بہتر سے بہتر الفاظ کا انتخاب کیا۔
- عربی اور فارسی الفاظ کے موزوں ترین معانی اختیار کیے۔(۴)

دوسری تحریر ''حضور داتا گنج بخش بارے ضروری جان کاری'' میں جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے، حضرت ہجویری کے بارے میں چیدہ چیدہ سوانحی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ آخری تحریر ''جزاکم اللہ خیراً'' میں انھوں نے ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا ہے جنھوں نے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ان کی علمی و عملی معاونت کی۔

ترجمہ نگاری ایک مشکل فن ہے کیوں کہ یہ کسی شخص کی اپنی تخلیقی کاوش نہیں ہوتی بل کہ دوسرے شخص کے احاطۂ تحریر میں لائے گئے خیالات و افکار اور اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی ایک سعی ذمہ دارانہ ہوتی ہے جس میں کئی نزاکتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اگر موضوع بھی علمی اور دقیق ہو تو یہ کام کئی گنا محنت طلب ہو جاتا ہے اور احتیاط کا تقاضا بڑھ جاتا ہے۔ شریف صابر نے کشف المحجوب جیسی اہم اور خاصی حد تک مشکل کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ سید علی ہجویری کا پیغام کامل اور درست طور پر عوام الناس تک پہنچایا جا سکے اور وہ یقیناً اس کوشش میں کام یاب دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت ہجویری نے کشف المحجوب میں اپنے معارف کی تائید و توثیق میں آیات، احادیث اور بزرگوں کے اقوال سے استفادہ کیا ہے۔ اس زمانے میں چوں کہ عربی زبان کو سمجھنے والے لوگ کافی تعداد میں موجود تھے اور خود سید ہجویر بھی عربی زبان اور علوم اسلامیہ میں تبحّر رکھتے تھے، اس لیے شاید انھوں نے ایسی کئی عبارات کا فارسی میں ترجمہ نہیں کیا تھا لیکن موجودہ دور میں ہمارے عوام اور خاص طور پر پنجابی زبان سمجھنے والوں کی زیادہ تر تعداد عربی زبان سمجھنے سے قاصر ہے۔ شریف صابر نے ترجمہ کرتے ہوئے یہ بات پیش نظر رکھی ہے، اسی لیے انھوں نے عربی عبارات کے تراجم کا بھی اہتمام کیا ہے جس سے قاری کو یہ سہولت حاصل ہو گئی ہے کہ ترجمہ ڈھونڈنے میں اس کا جو وقت صرف ہونا تھا وہ بچ گیا اور ساتھ ساتھ مطالعے میں جو خلل ہونا تھا وہ اس سے بھی محفوظ رہا۔

ایک اچھے ترجمہ نگار کی ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ قدیم متون کا ترجمہ کرتے ہوئے وہ تمام دست یاب معیاری اشاعتوں کا جائزہ لے لیتا ہے تاکہ پیش نظر اشاعتوں میں جو کمی بیشی ہو، وہ سامنے آ جائے اور ان تمام نامکمل حصوں کو وہ اپنے ترجمے میں شامل کر لے۔ محمد شریف صابر نے کشف المحجوب کے ترجمے کے دوران جس متن سے زیادہ استفادہ کیا، اس میں جہاں کمی بیشی محسوس کی، وہاں انھوں نے پروفیسر ژوکوفسکی اور پروفیسر مولوی محمد شفیع کے نسخہ لاہور اور نسخہ سمرقند سے تقابل کر کے ان حصوں

کو مکمل کر لیا۔(۵) یہ کام تحقیقی حوالے سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور مترجم کی محنت شاقہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ لیکن یہاں ایک کمی محسوس ہوتی ہے کہ اگر مترجم اضافہ شدہ تمام حصوں کی نشان دہی ترجمے کے حاشیوں میں کر دیتے تو یہ کام زیادہ مکمل صورت اختیار کر جاتا۔ بہر حال اگر یہ نظر انداز شدہ کام اس ترجمے کی کسی آئندہ اشاعت میں کر دیا جائے تو اس سے ترجمے کی افادیت اور بڑھ جائے گی۔

اصل متن اور ترجمے کا تقابل کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ترجمہ اتنا آسان اور رواں ہے کہ پڑھتے ہوئے یہ احساس نہیں ہوتا کہ حضرت علی ہجویری کے پیغام کی ترسیل میں کوئی لفظی و معنوی رکاوٹ آڑے آ رہی ہے بل کہ اس میں پنجابی زبان کی خاص لذت بھی برقرار رہتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے سید ہجویر نے اپنی اصل کتاب پنجابی میں لکھی ہو۔(۶) اگرچہ اس رائے میں عقیدت مندانہ مبالغے کا غلبہ محسوس ہوتا ہے لیکن بہر حال یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ ترجمے کی زبان بہت معیاری اور رواں ہے۔

ذیل میں اصل متن اور محمد شریف کے ترجمے کے کچھ اقتباسات کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے جس سے بہ خوبی اندازہ ہو جائے گا کہ مترجم کا اسلوب کتنا جان دار اور عام فہم ہے:

ا۔ طریق استخارت سپر دم واغراضی کہ بہ نفس می بازگشت از دل ستردم و بہ حکم استدعای تو۔ اسعدک اللہ۔ قیام کردم و بر تمام کردن مراد تو از این کتاب عزمی تمام کردم، و مر این را کشف المحجوب نام کردم، و مقصود تو معلوم گشت، و سخن اندر غرض تو در این کتاب مقسوم گشت۔ و من از خداوند۔ تعالی۔ استعانت خواھم و توفیق اندر اتمام این کتاب، و از حول و قوت خود تبرا کنم اندر گفت و کردار۔(۷)

میں نفس راہیں مڑ آ بیٹھیاں غرضاں منوں کڈھ کے استخارے دے طریقے تے چلیاں۔ اے ابو سعید ہجویری اللہ تینوں سوہنے بھاگ لائے۔ تیرے ترلا پاون تے دھیان دیندیاں ہویاں۔ میں تیرے دل دی مراد پوری کرن لئی ایس کتاب دے لکھن دا پکا ارادہ کیتا۔ تے ایس کتاب دا ناں کشف المحجوب رکھیا۔ مینوں تیرے مقصد دا پتہ لگ گیا اے۔ ایس کتاب وچ تیرے مقصد دے مطابق گلاں دی ونڈ کیتی گئی اے۔ میں ایس کتاب دے توڑ چڑھن تائیں خداوند تعالیٰ دی مدد تے توفیق چاہناں۔ میں اپنی کرنی تے کہنی بارے، کُکھ بھن کے دوہرا کرن دی اپنی ہمت تے ٹل نوں اکا نہیئں مندا۔ تے توفیق تے مدد اللہ تعالیٰ ولوں ای (۸)

۲۔ حسین رضی اللہ عنہ۔ تا بود اندر لباس صلاح بود از نمازھای نیکو و ذکر و مناجات ھای بسیار و روزہ ھای پیوستہ و تحمید ھای مھذب و اندر توحید نکتہ ھای لطیف۔ اگر افعال وی سحر بودی این جملہ از وی محال بودی۔ پس درست شد کہ کرامات بود و کرامات جز ولی محقق را نباشد۔(۹)

حضرت حسین بن منصور جنا چر جیوندے رہے نیکی دے لباس وچ ای رہے۔ ویلے سر ٹھیک نمازاں پڑھیاں، ذکر تے مناجاتاں چوکھیاں کیتیاں۔ لگاتار پورے روزے رکھے۔ پھبدے ڈھکدے

طریقے نال رب دی صفت ثناوی کیتی۔ رب دی توحید بارے باریک نکتے دسے۔ جے اوہ جادو والے کم کردے تاں اوہناں توں ایہ سارا کجھ نہیں سی ہو سکدا۔ بس ثابت ہویا کہ اوہناں دے کم جادو نہیں سن۔ تے کرامات سچائی دے طالب ولی اللہ باجھوں ہور کسے توں ظاہر نہیں ہو سکدی(۱۰)

۳۔ بدان کہ علم دو ست: یکی علم خداوند تعالیٰ و دیگر علم خلق۔ و علم بندہ اندر جنب علم خداوند تعالیٰ متلاشی بود، زیرا کہ علم وی صفت وی است و بدو قایم، و اوصاف وی را نھایت نیست۔ و علم ما صفت ماست و بہ ما قایم، و اوصاف ما متناھی باشد۔(۱۱)

جان لوو کہ علم دو نیں۔ اک خداوند تعالیٰ دا علم تے دوجا خلقت دا علم۔ بندے دا علم خداوند تعالیٰ دے علم دے مقابلے وچ بے اعتبارا اتے چھائیں مائیں ہوون والا ہوندا اے کیوں جو اللہ تعالیٰ دا علم اوہدی صفت اے جیہڑی اوہدے نال ای قائم اے۔ تے اوہدیاں صفتاں دا کوئی انت اوڑک نہیں۔ تے ساڈا علم ساڈی صفت اے جیہڑی ساڈے نال ای قائم اے۔ تے بشر دیاں صفتاں دا انت اوڑک ہوندا اے۔(۱۲)

۴۔ بدان کہ شرط ادب سماع آن است کہ تا نیاید نکنی و مر آن را عادت نسازی۔ دیر بہ دیر کنی تا تعظیم آن از دل بشنود۔ و باید تا چون سماع کنی پیر آنجا حاضر باشد، و جای از عوام خالی، و قوال بحرمت، و دل از اشغال خالی، و طبع از لھو نفور، و تکلف از میان برداشتہ۔ و تا قوت سماع پیدا نیاید شرط نباشد کہ اندر آن مبالغت کنی نقوت گرفت شرط نباشد کہ آن از خود دفع کنی۔ مر وقت را متابع باشی بدانچہ اقتضا کند۔ اگر بجنباند بجنبی، و اگر ساکن دارد ساکن باشی و فرق دانی کرد میان قوت طبع و حرقت وجد۔(۱۳)

جان لوو کہ قوالی سنن دے چنگے طور طریقیاں دی شرط ایہ وے کہ جناچر سماع دی خواہش آپ آ کے کاٹھی نہ پاوے، سماع نہ کرو اتے خاص کر کے ایہنوں عادت نہ بنالوو۔ کافی ڈھیر چر پچھوں سماع کرو تاں جو ایہدا آدر ادب تہاڈے منوں نہ چلا جاوے۔ تے ایہ وی چاہیدا اے کہ جناچر سماع کردے رہو کوئی طریقتی پیر صاحب محفل وچ موجود رہن۔ قوالی دی محفل عاماں توں خالی ہووے۔ قوال پیراں بزرگاں دی عقیدت رکھن والا ہووے۔ تے اوہدا دل دنیاوی جنھجھٹھاں توں خالی ہووے۔ اوس دی طبیعت کھیڈ تماشے توں نفرت کردی ہووے۔ اوہدے وچوں ظاہر داری چکی گئی ہووے۔ جناچر سماع اپنی پکڑ ظاہر نہ کر دیوے، ایہ ضروری نہیں کہ اوہدے لئی زور لایا جاوے۔ جدوں سماع زور پھڑ جاوے تاں ایہ ضروری نہیں پئی تسی ایہنوں اپنے توں پرانہہ ہٹاؤ۔ تے تہانوں خاص کر کے ویلے سمے دے ماتحت ہو جانا چاہیدا اے بھانویں اوہدی منگ کجھ وی ہووے۔ جے ویلا تہانوں ہلا دیوے، تاں ہل پوو تے جے اپنی تھاں تے قائم رکھے، تاں قائم رہوو۔ تسی اپنی طبیعت دے زور تے وجد دی تپش وچ فرق کرنا وی جان لوو۔(۱۴)

حضرت سید علی ہجویری نے بزرگان دین کا ذکر کرتے ہوئے خاصے مشکل مسجع و مقفیٰ القاب استعمال کیے ہیں جس کی وجہ سے اردو ترجمہ نگاروں کو بھی انھیں ترجمہ کرنے میں بہت دشواری پیش آتی رہی ہے۔ اسی لیے کچھ ترجمہ نگاروں نے انھیں بعینہ لکھ دیا ہے اور جنھوں نے ان کا ترجمہ کیا ہے ان میں بھی عموماً کوئی جاذبیت نہیں ہے۔ شریف صابر کے ترجمے کو دیکھا جائے تو یہ کہنا بالکل بجا ہو گا کہ انھوں نے بہت سلیقے اور مہارت سے ان القاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ا۔ برادر مصطفی، و غریق بحر بلا، و حریق نار ولا، و مقتدای اولیا و اصفیاء ابوالحسن علی بن ابی طالب، کرم اللہ وجہہ (۱۵)

رسول کریم ﷺ دے چاچے دے پتر، مصیبتاں دے سمندر دے ٹوبھے، محبت دی شمع دے پروانے، ولیاں تے صوفیاں دے آگو حضرت ابوالحسن علی بن ابی طالب، کرم اللہ وجہہ (۱۶)

۲۔ امام معرض از خلق و از طلب ریاست، و بریدہ از خلق بہ عزلت و قناعت، ابو سلیمان داود بن نصیر الطائی، رضی اللہ عنہ (۱۷)

لوکائی اتے راج دی چاہت توں مکھ موڑن والے، خلقت دی بھنبھناہٹ توں نس کے صبر سنتوکھ نال اکلوانجے رہن والے، حضرت ابو سلیمان داود بن نصیر طائی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸)

۳۔ مستغرق معنی، و مستھلک دعوی، ابوالمغیث الحسین بن منصور الحلاج، رضی اللہ عنہ (۱۹)

حقیقت دے وہنیں ڈبے، پیار دے دعویاں کٹھے، حضرت ابوالمغیث حسین بن منصور حلاج بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰)

ان اقتباسات کے تقابلی جائزے سے بہ خوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ شریف صابر نے مترجم کی حیثیت میں اپنا کام بہ طریق احسن انجام دیا ہے۔ انھوں نے اپنے اسلوب اور ترجمے کے طریقہ کار کے بارے میں جو باتیں اپنی تحریر میں واضح کی تھیں، وہ ان پر عمل پیرا ہونے میں کافی حد تک کام یاب رہے ہیں۔

پٹیالہ یونیورسٹی، سے ڈاکٹر کالا سنگھ بیدی کا کشف المحجوب کا پنجابی ترجمہ بھی چھپا ہے لیکن اس میں بھاری بھر کم ہندی الفاظ کا اس قدر غلبہ ہے کہ مشرقی پنجاب کا عام قاری بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ پاکستان کے عام قارئین کے لیے تو اس کی تفہیم بے حد مشکل ہے۔ اس کے مقابلے میں شریف صابر نے جو پنجابی زبان اختیار کی ہے، اس میں ہندی، پوٹھوہاری یا سرائیکی لہجے کی آمیزش نہیں

ہے بل کہ وہ پنجاب کا مرکزی لہجہ ہے جو ہر سطح کے عام قاری کے لیے قابل فہم ہے۔اس کے علاوہ انھوں نے پنجابی زبان کے اجنبی اور نامانوس الفاظ متعارف کروانے کی بجائے عربی اور فارسی کے عام رائج الفاظ ہی استعمال کیے ہیں تاکہ عوام الناس کو ان کی تفہیم میں کوئی دشواری نہ ہو۔اس سے نہ صرف ان کے ترجمے میں لسانی تعصب ظاہر نہیں ہوتا بل کہ اس میں ایک خوب صورت توازن بھی برقرار رہتا ہے،اور زبان کے عمومی مزاج اور ذائقے کے ساتھ تعلق بھی ختم نہیں ہوتا ہے۔ایک اچھے ترجمے کی یہی خوبیاں مترجم کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہوتی ہیں۔مجموعی طور پر یہ ترجمہ ایک کام یاب اور قابل قدر علمی و روحانی کاوش ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ظہور احمد اظہر، کشف المحجوب کے عربی تراجم پر ایک نظر، معارف اولیاء، لاہور: ۲۰۰۴ء، ص ۱۰۲۔۱۳۲

(۲) فخر الحق نوری/ محمد صدیق خان، ''شبلی کا ترجمہ کشف المحجوب، ایک تاثر''، سفینہ شمارہ ۱۰، ۲۰۱۲ء، لاہور، شعبۂ فارسی، پنجاب یونیورسٹی

(۳) محمد شریف صابر، کشف المحجوب، قاضی پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۳

(۴) ایضاً، ص ۳۲، ۳۳ (۵) ایضاً، ص ۳۲ (۶) ایضاً، ص ۱۱

(۷) محمود عابدی، تصحیح و تالیفات کشف المحجوب ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری، سروش، تہران، ۱۳۹۲ شمسی، ص ۲، ۱

(۸) محمد شریف صابر، کشف المحجوب، ص ۴۷، ۴۸

(۹) محمود عابدی، ص ۲۳۱۔۲۳۳ (۱۰) محمد شریف صابر، ص ۳۱۳

(۱۱) محمد شریف صابر، ص ۹ (۱۲) محمد شریف صابر، ص ۶۵۔۶۶

(۱۳) محمود عابدی، ص ۶۰۹ (۱۴) محمد شریف صابر، ص ۷۷۸، ۷۷۹

(۱۵) محمود عابدی، ص ۱۰۱ (۱۶) محمد شریف صابر، ص ۱۶۳

(۱۷) محمود عابدی، ص ۱۶۶ (۱۸) محمد شریف صابر، ص ۲۴۰

(۱۹) محمود عابدی، ص ۲۲۹ (۲۰) محمد شریف صابر، ص ۳۱۰

❖❖❖